التبیان میں شیخ طوسیؒ کی تفسیری روش

METHODOLOGY OF SHAIKH ALTUSI IN “AL-TIBYAN”

Mukhtar Hussain Jafri

Abstract:

The great interpretation of the Holy Quran "Al-Tibyan" is the first comprehensive Shiite interpretation by Abu Ja'far Muhammad Ibn Hasan Al-Tusi who is known as the leader of Al-Imamiya. Al-Tusi has not only confined himself in this book to the collection of interpretational traditions but has also done analysis and ijtihad by himself. In this interpretation, in addition to researching the traditions of the fourteen infallibles and the Companions of the Prophet, he has also recorded the opinions and thoughts of the commentators before him. In this article, while discussing the method of "Al-Tebiyaan" interpretation, it is stated that Sheikh Tusi's method is comprehensive as well as has a theological taste.

***Key words**: Holy Quran, Al-Tibyan, Interpretation Methodology, Shaikh Al-Tusi.*

خلاصہ

قرآن کریم کی عظیم الشان تفسیر "التبیان" ابو جعفر محمد بن حسن طوسیؒ کے ذریعے لکھی گئی پہلی جامع شیعی تفسیر ہے۔ الطوسیؒ کو شیعہ الامامیہ کے شیخ اور رہبر و رہنما کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ شیخ الطوسیؒ نے اس کتاب میں صرف تفسیری روایات کی جمع آوری پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اپنی طرف سے تجزیہ، تحلیل اور اجتہاد بھی کیا ہے۔ آپ نے اس تفسیر میں چہاردہ معصومین علیہم السلام اور صحابہ کرام کی روایات کی تحقیق و تدقیق کے علاوہ، اپنے سے پہلے مفسرین کی آراء و افکار کو بھی قلمبند کیا ہے۔ اس مقالے میں تفسیر التبیان کی روش اور طریقہ کار کو زیر بحث لاتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شیخ طوسیؒ کی روش، ایک جامع روش ہونے کے ساتھ ساتھ کلامی ذوق رکھتی ہے۔

کلیدی کلمات: قرآن کریم، التبیان، تفسیری روش، شیخ الطوسیؒ۔

شیخ طوسیؒ کا تعارف

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسیؒ (460-375 ھ۔ق) تمام علوم وفنون جیسے فقہ، اصول، حدیث، تفسیر، کلام اور ادب میں نابغہ روزگار تھے اور آپ نے اپنی تمام عمر کو دین ومذہب کی خدمت میں صرف کر دیا اور اسی وجہ سے آپ جہان تشیع بلکہ جہان اسلام میں ایک خاص مقام اور منزلت رکھتے ہیں۔آپ مایہ ناز شیعہ فقہاء اور محدثین میں سے ایک فقیہ اور محدث ہیں۔آپ کتب اربعہ میں سے دو کتابوں تہذیب الاحکام اور الاستبصار کے مؤلف بھی ہیں۔ شیخ طوسیؒ 408 ہجری قمری کو 23 سال کی عمر میں عراق تشریف لے گئے اور 5 سال تک شیخ مفیدؒ کی شاگردی میں رہے۔آپ شیخ مفیدؒ کے علاوہ 3سال تک حسین بن عبداللہ عضائری، ابن حاشر بزاز، ابن ابی جید اور ابن الصلت کے شاگرد بھی رہے ہیں۔آپ نے سید مرتضی علم الہدی کے زمانے کو درک کیا ہے۔[1]

شیخ طوسیؒ کی وفات کے بعد کسی میں ان کے نظریات سے مخالفت کرنے کی جرأت نہیں تھی یہاں تک کہ ابن ادریس (متوفی597 ہجری قمری) نے ان کے نظریات پر تنقید شروع کی۔آپ کی کتاب النہایہ شیعہ مدارس میں پڑھائی جانے والی درسی کتب میں شامل تھی۔جب محقق حلی (متوفی676 ہجری قمری) نے کتاب شرائع الاسلام لکھی تو طلاب علوم دینی اس کتاب کو شیخ طوسیؒ کی کتابوں سے پہلے پڑھتے تھے۔ شیخ طوسیؒ نے علم فقہ کے تمام ابواب میں کتابیں تألیف کی ہیں اور ہر شعبے میں ان کی کتابیں متأخرین کے لئے مرجع علمی ہوا کرتی تھیں کیونکہ ان سے پہلے موجود بہت ساری کتب کرخ میں شاپور لائبریری کو آگ لگنے کے سبب جل کر راکھ ہو گئی تھیں۔[2]

سید مرتضی علم الہدی کی وفات کے بعد اہل تشیع کی زعامت و مرجعیت جناب شیخ طوسیؒ کی طرف منتقل ہوئی۔آپ علمی برجستگی اور اجتماعی ومذہبی نفوذ کی وجہ سے خلیفہ عباسی القائم نے انہیں علم کلام کی کرسی عطا کی۔[3] شیخ طوسیؒ قرن پنجم میں ابتداء میں بغداد اور پھر نجف اشرف میں اہل تشیع کے مرجع کل اور رہبر تھے؛ وہ اس طرح کہ مختلف مناطق اور ملکوں سے لوگ آپ کو وجوہات شرعیہ دینے اور مسائل شرعیہ پوچھنے کی غرض سے آپ کے پاس بغداد آتے تھے[4] لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بغداد میں 448 ہجری قمری میں طغرل بیک کے بغداد میں وارد ہوتے ہی مخالفین نے آپ کے گھر پر دھاوا بول دیا اور آپ کا کتابخانہ، کرسی علم کلام اور گھر کی دوسری چیزوں کو آگ لگا دی۔ اسی وجہ سے شیخ ناچار ہو کر نجف اشرف کی طرف ہجرت کر گئے۔ شیخ بزرگ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے جوار میں اپنی بحث و تمحیص اور تحقیق و تالیف کو جاری رکھا اور تشیع کی تہذیب کو زندہ کرنے میں شایان شان خدمت کی اور نجف اشرف میں حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی۔[5]

عصر حاضر میں بھی ان کے فقہی نظریات اور تحریریں جیسے نہایہ، الخلاف اور مبسوط شیعہ فقہاء کی توجہ کا مرکز ہیں۔ التبیان آپ کی اہم ترین تفسیری کتاب ہے۔ شیخ طوسیؒ دوسرے اسلامی علوم جیسے رجال، کلام اور اصول فقہ

وغیرہ میں بھی صاحب نظر تھے اور ان علوم میں بھی ان کے آثار کافی شہرت کے حامل ہیں۔ انہوں نے مکتب اہل بیت علیہم السلام کے طریقہ اجتہاد میں ایک تحول ایجاد کیا اور اس کے مباحث کو وسعت دی اور اہل سنت کے اجتہاد کے مقابلے میں اسے ایک الگ تشخص اور استقلال عطا کیا۔ اہل تشیع اور اہل تسنن کے 300 سے زیادہ مجتہدین نے شیخ طوسیؒ کی شاگردی اختیار کی ہے۔ جن میں سے بعض کے نام مندرجہ ذیل ہیں[6]: ابوالصلاح حلبی، شہرآشوب سروی مازندرانی، ابوالفتح محمد بن علی کراجکی، ابوطالب اسحاق بن محمد بن حسن، ابوعلی حسن بن شیخ الطائفۃ محمد بن حسن طوسیؒ وغیرہ۔ سرانجام شیخ الطائفہ 460 ہجری قمری میں اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف انتقال کر گئے۔[7]

تفسیر التبیان کا تعارف، اہمیت اور خصوصیات

"التبیان فی تفسیر القرآن"[8] پانچویں صدی کے قیمتی آثار میں سے ایک مایہ ناز اور ماندگار اثر شمار ہوتی ہے اور عالم تشیع میں مہم ترین، کامل ترین اور معتبر ترین تفسیر ہے کہ جسے شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسن طوسیؒ نے بغداد میں اپنے قیام کے دوران، عربی زبان میں تحریر فرمایا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان کلامی ابحاث اور مناظروں کی فضا عروج پر تھی۔ لہٰذا شیخ طوسیؒ نے اپنی تفسیر میں اشاعرہ، مجبرہ، معتزلہ، مجسمہ، مشبّہ، حشویہ، مرجئہ، خوارج، کرامیہ، غلاۃ اور تناسخیہ وغیرہ جیسے اسلامی فرقوں کا احترام ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنے مسلک کے حوالے سے ان کے شکوک، شبہات اور اعتراضات کے قانع کنندہ جوابات دیے ہیں۔ روش کے لحاظ سے شیخ طوسیؒ اپنی تفسیر میں آیات کا متن لانے کے بعد سب سے پہلے مشکل کلمات کی تحقیق اور قرآئتوں کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں۔ پھر اس ضمن میں مفسرین کے مختلف اقوال لاتے اور آیت کے مفہوم کو مختصر اور مطلوب صورت میں بیان کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شان نزول اور فقہی اور اعتقادی اختلافات پر بھی اپنی خاص نظر دیتے ہوئے اسے واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ شیخ طوسی ؒ نے اپنی تفسیر میں اول سے آخر تک چہاردہ معصومین علیہم السلام کی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے اور شیعہ، سنی مفسرین کے اقوال بیان کرتے ہوئے اِسے انتہائی محکم تفسیر بنا دیا ہے۔ اس تفسیر کی روش اور مہم ترین خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1. تفسیر التبیان وہ پہلی مفصل اور جامع شیعی تفسیر ہے کہ جس میں تفصیلا مخالفین کے اشکالات اور مطاعن کے جوابات دیے گئے ہیں اور اس کے علاوہ فقہ و کلام امامیہ کو دلائل و براہین کے ساتھ واضح اور روشن کیا گیا ہے۔

2. تفسیر التبیان وہ پہلی جامع کتاب ہے کہ جس میں قرآن سے متعلق تمام علوم اور مباحث کلامی کے علاوہ ادبی، فقہی اور تاریخی ابحاث کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ طبرسیؒ نے شیخ طوسیؒ اور ان کی تفسیر التبیان کی تعریف و ستائش کرتے ہوئے، انہیں اپنی تفسیر میں اپنا پیشوا اور مقتدا تسلیم کیا ہے اور ان الفاظ سے انہیں یاد کیا ہے: "وھوالقدوۃ استضئ بانوارہ واطامواقع آثارہ"۔[9] شیخ طوسیؒ وہ مقتدا اور پیشوا ہیں کہ جن کے نور علم سے روشنی کسب کی جاتی ہے اور ان کے آثار سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

3. شیخ طوسیؒ تفسیر التبیان میں قرآنی کلمات کی مختلف قرائتیں، معانی، اعراب، صرفی و اشتقاقی موضوعات، اور متشابہ آیات سے متعلق بحث و تمحیص کے علاوہ کلمات کے درمیان پائے جانے والے لغوی فرق کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ البتہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اس عظیم کتاب میں متنوع مطالب اور مختلف ابحاث کو کسی خاص نظم و ضبط کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ اگر ان مطالب اور ابحاث کو ایک دوسرے سے جدا اور ایک خاص نظم میں پرو دیا جاتا تو بہتر تھا۔ طبرسیؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں: "غیر انه خلط فی اشیاء مما ذکرہ فی الاعراب والنحو، اللغت بالسمین"۔[10] ترجمہ: (اتنی اچھی تفسیر ہونے کے باوجود) اس کتاب میں صرف و نحو اور لغت کے بہت سے مسائل و مطالب کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔

تفسیر التبیان کی تالیف کا سبب

شیخ طوسیؒ تفسیر التبیان لکھنے کے انگیزے کو مقدمہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں: "امّا بعد، فان الذی حملنی علی الشروع فی عمل ھذا الکتاب، انی لم أجد احدا من اصحابنا۔ قدیما و حدیثا۔ من عمل کتابا یحتوی علی تفسیرجمیع القرآن ویشتمل علی فنون معانیه." یعنی: " وہ چیز کہ جس نے مجھے اس کام کے کرنے پر مجبور کیا وہ یہ ہے کہ مکتب اہل بیت کے قدیم و معاصر علماء کے تمام آثار میں مجھے کوئی ایسی تفسیر کی کتاب نہیں ملی کہ جو مکمل قرآن کی تفسیر اور قرآنی علوم و فنون پر مشتمل ہو۔" اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ طوسیؒ کے زمانے تک علماء شیعہ میں سے کسی نے ایسی تفسیر نہیں لکھی تھی جو قرآن کے تمام علوم و فنون پر مشتمل ہو۔ اس کے علاوہ وہ اپنی کتاب الفہرست[11] میں بھی "لم یعمل مثله" یعنی "اس جیسا کام پہلے نہیں ہوا" جیسی تعبیر استعمال کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نظر میں ان کی تفسیر بے نظیر اور اس میدان میں پہلا قدم شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے شیخ طوسیؒ کو شیعی تفسیر کے فن کا پیشوا اور امام کہا جا سکتا ہے۔

تفسیری روش، تعریف اور اہمیت

روش تفسیری سے مراد وہ طریقہ کار ہے کہ جسے ایک مفسر آیت کے مقصود اور معنی کو واضح کرنے کے لئے اپناتا ہے۔ جیسے روش تفسیر قرآن بہ قرآن، روش تفسیر قرآن بہ سنت اور روش تفسیر قرآن بہ عقل وغیرہ۔[12] شیخ طوسیؒ تفسیر قرآن شروع کرنے سے پہلے علوم قرآنی سے متعلق ایک بہترین اور رساترین مقدمہ ذکر کرتے ہیں۔ اس مقدمہ میں تفسیر بالرأے کی مذمت اور پھر اس کے بعد حدیث ثقلین کو اپنی بحث کا محور و مرکز قرار دیتے ہوئے تفسیر کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ اس کے بعد چند مطالب کو بیان کرنے کے بعد گذشتہ مفسرین کی تفسیروں کے طریقہ کار پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1) **نقلی تفاسیر:** صدر اسلام سے لے کر اب تک مفسرین نے آیات کی تفسیر میں کتب حدیث سے نقل روایات پر اکتفاء کیا ہے اور کسی بھی قسم کی اپنی رائے دینے کو مردود قرار دیا ہے۔
2) **لغوی تفاسیر:** کچھ مفسرین نے صرف مشکل کلمات اور ان کے اشتقاق کے بارے میں تحقیق کی ہے جیسے مفضّل اور ابو عبیدہ۔
3) **ادبی تفاسیر:** بعض مفسرین نے کلمات کی تصریف اور ان کے اعراب کے پہلو کو مدّ نظر رکھا اور ساتھ ساتھ آیات کے نکات بلاغی، معانی اور بیان کی طرف بھی توجہ دی ہے جیسے فرّاء، زجّاج، شریف رضی اور ابو عبیدہ۔
4) **کلامی تفاسیر:** متکلمین میں سے ہر ایک نے قرآن سے استناد کرتے ہوئے اپنے نظریات کو ثابت اور مخالفین کے نظریات کو ردّ کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے معتزلہ میں سے علی جبّائی اور اشاعرہ سے میں ابو بکر باقلّانی۔
5) **فقہی تفاسیر:** فقہاء کے ایک گروہ نے قرآن کی تفسیر میں فقہی پہلو کو مدّ نظر رکھتے ہوئے فقہی آیات سے بحث کی ہے مگر دوسری آیات کی طرف کم توجہ دی ہے جیسے بلخی اور قرطبّی وغیرہ۔

شیخ طوسیؒ اوپر بیان کیے گئے تفسیر کے مناہج اور طریقہ کار پر تنقید کرنے کے بعد بہترین منہج اور روش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابو مسلم محمد بن بحر اصفہانی اور علی بن عیسٰی ربّانی نے بہترین روش اور منہج کو اختیار کیا ہے؛ اس کے باوجود اپنی تفسیر میں ناپسندیدہ اور غیر ضروری چیزوں کو بھی شامل کر دیا ہے"۔[13]

تفسیر التبیان میں شیخ طوسیؒ کی روش تفسیری

شیخ طوسیؒ نے تفسیر شریف التبیان میں روش اجتہادی جامع اور کلامی ذوق کو اپنایا ہے کہ جو مختلف قرآنی علوم و فنون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔[14] اب ہم ذرا تفصیل کے ساتھ شیخ طوسیؒ کی ان روشوں اور طریقہ کار کو زیر بحث لاتے ہیں:

1. لغت واشتقاق میں شیخ طوسیؒ کی روش

شیخ طوسیؒ نے ابتدائی سورتوں میں لغوی ابحاث کا خصوصی طور پر اہتمام کیا ہے اور ان بحثوں میں ان کا طریقہ کار کچھ اس طرح سے رہا ہے:

1) شیخ طوسیؒ آغاز بحث میں مترادف الفاظ کو بہ عنوان نظائر محور بحث قرار دیتے ہوئے ان کے نقیض کو ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد کلمہ کے مختلف مشتقات اور معانی کو ذکر کرتے ہوئے "اصل الباب" کہ کر اس کلمہ کے اصلی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ کی 48 ویں آیت کے ذیل میں کلمہ عدل کے مترادفات کے بارے میں لکھتے ہیں: العدل و الحق والانصاف نظائر و العدل نقیض الجور۔۔۔ یعنی عدل، حق اور انصاف ایک دوسرے کے نظائر ہیں اور کلمہ عدل کا متضاد جور ہے۔ پھر کلمہ "العدل" کے مشتقات اور معانی کو چودہ سطروں میں وضاحت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "و اصل الباب العدل هو الاستقامة" عدل کا اصلی معنی استقامت ہے۔ اس کے بعد عدل کے اس معنی پر پیغمبر اسلام ﷺ کی حدیث سے استشہاد کرتے ہیں۔[15]

2) بہت سے موارد میں اصطلاحی کلمات کے درمیان پائے جانے والے فرق کو بیان کرتے ہیں: مثلاً سورہ بقرہ کی 235 ویں آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: ... و الفرق بین الکنایة و التعریض، ان التعریض، تضمین الکلام دلالة علی شیء لیس فیه ذکر له و الکنایة، العدول عن الذکر الاخص بالشیء الی ذکر یدل علیه[16]

یہ بات مسلم ہے کہ کسی کلمہ کی تفسیر کے لئے بہترین طریقہ آیات واحادیث سے استشہاد اور تمثل کے علاوہ عربی اشعار وضرب الامثال کو استعمال میں لانا ہے۔ تفسیر التبیان میں ان تمام طریقوں اور بالخصوص آخری روش سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً: سورۃ الفاتحہ میں کلمہ رب کی تفسیر کرتے ہوئے لغت سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و اما الرب، فله معان فی اللغة، فیسمی السید المطاع ربّا، منه قوله تعالی: "أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا"[17] (یعنی سیدہ..) لغت میں رب کے دو معنی ہیں ان میں سے ایک معنی (وہ سردار کہ جس کی اطاعت کی جائے) ہے۔ پس اس آیت

میں "ربّہ" کا معنی سردار یا بادشاہ ہے۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی 55 ویں آیت کے ذیل میں حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فالرؤیا و النظر و الابصار نظائر فی اللغة ... و فی الحدیث: لا یترائی احدکم فی الماء ای لا ینظر فیہ --- [18]؛ لغت میں رؤیا، نظر اور ابصار نظائر ہیں کہ جن کا ایک ہی معنی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: لا یترائی کا معنی لاینظر (نہ دیکھے) ہے۔اسی طرح سورہ انفال کی 40ویں آیت کے ذیل میں شیخ طوسی اشعار سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و المولی علی اقسام: ... و بمعنی الاولی مولی کے چند معانی ہیں۔-- کہ ان میں سے ایک معنی اولویت رکھنے والا شخص ہے۔ کما قال لبید:

فقدت کلا الفرجین یحسب انہ مولی المخافة خلفھا و امامھا

عربی شاعر لبید نے اپنے مندرجہ بالا شعر میں مولی کا معنی اولی بالتصرف لیا ہے۔ نیز سورہ انشقاق کی 14 ویں آیت کی تفسیر کے ذیل میں عربی ضرب المثل سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حار یحور حارا اذا رجع .. یعنی لوٹا و فی المثل: "نعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور" [19] اس ضرب المثل میں "الحور" کا معنی بازگشت اور رجوع ہے۔

2. قرائت میں شیخ طوسی کی روش

شیخ طوسیؒ آغاز میں قرائت سے متعلق مختلف نظریات کو بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی دلیل ذکر کرتے ہیں۔ پھر آخر پر اپنے نظریہ کو حجت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ البتہ بعض مقامات پر اپنی نظر کا خلاصہ کردیتے ہیں یا پھر ان کلمات "و الأولی احسنھا لانھا خطّ المصحف .." [20]؛ یعنی ان اقوال میں سے پہلا قول بہتر ہے یا "و ھو الاقوی" [21] یعنی میرے نزدیک یہ قول قوی ہے۔ جیسی عبارات سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثال: قولہ تعالی: "یا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذا ضَرَبْتُمْ فِی سَبِیلِ اللهِ فَتَبَیَّنُوا وَ لا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقی إِلَیْکُمُ السَّلامَ.." (94:4) مدینہ کے قاریان، ابن عباس اور خلف نے "سلم" بغیر الف کے پڑھا ہے اور دوسرے قاریوں نے الف کے ساتھ "سلام" پڑھا ہے۔ **حجت:** جنہوں نے الف کے بغیر "سلم" پڑھا ہے تو انہوں نے اس آیت: "وَ أَلْقَوْا إِلَی اللهِ یَوْمَئِذٍ السَّلَمَ" سے استدلال کرتے ہوئے اس کلمہ کو استسلام کے معنی میں لیا ہے اور عاصم نے سین کے کسرہ کے ساتھ (سِلم) پڑھا ہے کہ جس کا متضاد جنگ ہے۔ اور جنہوں نے اس کلمہ کو الف کے ساتھ قرائت کیا ہے انہوں نے اس کے معنی درود و تحیت کے لئے ہیں۔ [22]

3. قرآن کی قرآن سے تفسیر کی روش

قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے کا بہترین اور رساترین طریقہ تفسیر قرآن بہ قرآن یعنی ایک آیت کی دوسری آیات کے ذریعے سے تفسیر کرنا ہے۔ اور شیخ طوسیؒ نے اپنی تفسیر التبیان میں اس روش سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ مندرجہ ذیل موارد مثال کے طور پر ذکر کیے جاتے ہیں:

1) شیخ طوسی کبھی کبھار ایک کلمہ کو دوسری آیت کے ذریعے سے توضیح دیتے ہیں، جیسے "وَ ما أَنْزَلَ اللهُ مِنَ السَّماءِ" (164:2) والی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کلمہ "سماء" کا معنی سقف یعنی چھت ہے چونکہ خدا تعالی ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتا ہے: "وَ جَعَلْنَا السَّماءَ سَقْفاً مَحْفُوظاً" (32:21) اسی طرح آپ آیت وضو میں "...إِلَى الْمَرافِقِ" میں "إلی" کی تفسیر "مع" سے کرتے ہوئے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کچھ آیات سے استشہاد کرتے ہیں۔ جیسے "وَ لا تَأْكُلُوا أَمْوالَهُمْ إِلى أَمْوالِكُمْ"۔ (2:4) اور "مَنْ أَنْصارِي إِلَى الله (52:3) میں "إلی" کا معنی "مع" ہے۔

2) اور کبھی ایک آیت کے مقصود اور مراد کو دوسری آیت کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔[23] جیسا کہ اس آیت "وَ يَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ" (59:2) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "أنهم الملائكة و المؤمنون لقوله تعالى في وعيد الكفار"؛ لاعنون سے مراد ملائکہ اور مؤمنین ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے کفار کو وعید کرتے ہوئے فرمایا: "أُولئِكَ جَزاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللهِ وَ الْمَلائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ" (87:3)۔

3) کچھ آیات قرآنی میں ظاہرا تنافی اور تناقض نظر آتا ہے لیکن شیخ طوسیؒ نے اپنی تفسیر میں دوسری قرآنی آیتوں کی مدد سے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے: مثلا بعض آیات میں زمین کی خلقت کو دو دن بیان کیا گیا ہے جیسے: "قُلْ أَإِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ..." (9:41) اور "فَقَضاهُنَّ سَبْعَ سَماواتٍ فِي يَوْمَيْنِ" (12:41) اور کچھ آیات میں چھے دن کا ذکر ہوا ہے جیسے "إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّماواتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ"۔ (53:7) یہاں پر شیخ طوسیؒ جواب دیتے ہیں: مذکورہ آیات میں کچھ بھی مغایرت اور تناقض نہیں ہے، چونکہ خدا تعالیٰ پہلی دو آیتوں میں فرماتا ہے کہ اس نے زمین، آسمان، پہاڑ، درخت اور بندوں کی روزی کو چار دنوں میں خلق کیا کہ مجموعی طور پر اس آیت شریفہ "فَقَضاهُنَّ سَبْعَ سَماواتٍ فِي يَوْمَيْنِ" کے دو دن ملا کر چھے دن مکمل ہو جاتے ہیں۔[24]

4. قرآن کی سنت کے ذریعے تفسیر کی روش

یہاں سنت سے مراد چہاردہ معصومینؑ کا قول، فعل اور تقریر ہے جو قرآن کے مخاطب اور راسخون فی العلم کا مصداق ہیں۔ معصوم اور ہر خطا سے محفوظ ہیں۔ شیخ طوسیؒ نے تفسیر میں احادیث معصومینؑ سے بہت استفادہ کیا ہے۔ ان روایات کی چند عمدہ اقسام درج ذیل ہیں:

- **حقیقی اور اکمل معنی و مصداق کا بیان**

آئمہ معصومینؑ کی بعض احادیث کسی اتم و اکمل مصداق کو بیان کرتی ہیں۔ جیسے: "وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ..." (45:7) اس آیت کی تفسیر کے بارے میں ابو جعفر امام محمد باقر (علیہ السلام) ارشاد فرماتے ہیں: رجال سے مراد یقینا پیامبر اکرم ﷺ اور آئمہ اطہار ہیں۔ جناب شیخ اس آیت کے اس اتم اور اکمل مصداق کی تائید میں رسول خدا ﷺ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں: "علیؑ جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔" اسی طرح باقرین (علیہما السلام) نے آیت "وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ" (45:13) کے مصداق کامل کے بارے میں فرمایا: "ان سے مراد آل محمد (علیہم السلام) ہیں؛ کیونکہ کتاب کا تمام علم ان کے پاس ہے اور ان کے علم میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں پائی جاتی۔"[25]

- **اظہر و احسن مصادیق کا بیان**

کچھ احادیث آئمہ معصومین (علیہم السلام) کسی اظہر و احسن مصادیق کو بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ اس آیت "وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ" (105:9) میں "المؤمنون"[26] کا معنی بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں: "خبر میں آیا ہے کہ سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیامبر اکرم ﷺ اور آئمہ اطہار (علیہم السلام) کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تاکہ وہ ان سے آگاہ رہیں اور وہ مصداق اظہر و احسن مؤمنون" ہیں۔[27] اس کے علاوہ سورہ انبیاء کی ساتویں آیت "فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ" کے مصداق احسن کے بارے فرماتے ہیں اہل ذکر سے مراد امیر المؤمنین (علیہ السلام) ہیں چونکہ روایت میں آیا ہے آپ نے فرمایا: "ہم اہل ذکر ہیں" اور فرماتے ہیں کہ اس مطلب پر گواہ سورہ طلاق کا جملہ "ذکرا رسولا" ہے چونکہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کو "ذکرا" سے خطاب کیا ہے۔[28]

- **مصداق کا بیان**

بعض احادیث بہت سے مصادیق میں سے کسی ایک مصداق کو بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا: "عَذاباً مِنْ فَوْقِكُمْ" (65:6) کا معنی سلطان جائر ہے اور "أَوْ مِنْ

تَحۡتِ أَرۡجُلِكُمۡ" سے مراد سفلہ پن اور پستی ہے کہ جس میں خیر نہیں، اور "أَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعاً" سے مراد عصبیت اور "يُذِيقَ بَعۡضَكُمۡ بَأۡسَ بَعۡضٍ" سے مراد برا ہمسایہ ہے۔[29]

- **قرآنی عموم کی تخصیص**

کچھ ایسی روایات بھی ہیں کہ جو عموم قرآنی کو تخصیص دیتی ہیں یعنی وہ روایات کہ جن میں مخصص در حقیقت لفظ عام کی تفسیر بیان کرتا ہے۔[30] جیسے "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدۡيَةٌ طَعَامُ..." (184:2) امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے فرمایا: "الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ سے مراد صحت مند آدمی ہے۔ اسے چاہیے کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے"۔

- **فقہی حکم کا بیان**

وہ روایات معصومین ہیں کہ جو حکم فقہی میں پائے جانے والے ابہام کو رفع کرتی ہیں[31]: جیسے "وَإِنۡ أَرَدتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ..." (20:4) ظاہر آیت سے یوں لگتا ہے کہ کسی صورت میں بھی شوہر کا رجوع جائز نہیں ہے لیکن روایات میں اسے مکروہ شمار کیا گیا ہے یعنی رجوع جائز ہے حرام نہیں۔

- **ظواہر آیات کی تائید**

یہ وہ روایات ہیں کہ جو آیات کے ظہور کے موافق اور مؤید ہیں جیسے: "إِنَّ اللهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً" (53:39) اس آیت کی تفسیر میں حضرت فاطمہ (علیہا السلام) نے فرمایا: "خدا تعالی سارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے"۔ [32]

- **اسباب نزول کا بیان**

تفسیر التبیان میں کچھ روایات اسباب نزول سے متعلق ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ دہر کی اس آیت "وَيُطۡعِمُونَ الطَّعَامَ..." کے سبب نزول کے بارے میں علماء عامہ اور خاصہ سے نقل ہوا ہے کہ یہ آیات حضرات آل محمد علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔[33]

- **آیات کی تاویل**

تاویلی روایات آیت کے ظاہری معنی کے برخلاف معنی و مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ در حقیقت یہ روایات اس لفظ کے باطنی معنی کو مصداق کے عنوان سے بیان کر رہی ہوتی ہیں: جیسے: "وَلَيۡسَ الۡبِرُّ بِأَنۡ تَأۡتُوا الۡبُيُوتَ." (189:2) کی تفسیر میں امام باقر (علیہ السلام) سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا: ہر کام کو اس کے مطابق انجام دیا جائے۔[34]

- **استطراد**

تفسیر میں کچھ روایات آیت کے استطرادی معانی کو بیان کرتی ہیں۔ مثلاً اس آیت کریمہ "وَإِذْ قَالَتِ الْمَلائِكَةُ، يا مَرْيَمُ، إِنَّ اللهَ اصْطَفاكِ وَ طَهَّرَكِ." (42:3) کے ذیل میں روایت نقل ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استطرادا فرمایا: "حضرت خدیجہ میری امت کی تمام عورتوں سے برتر ہیں، جیسا کہ مریم، زنان عالم سے برتر خاتون ہیں" اور یہ بھی فرمایا: " تمام کائنات کی بہترین خواتین چار ہیں: مریم دختر عمران، آسیہ زن فرعون، خدیجہ دختر خُویلد اور فاطمہ دختر محمد ﷺ "۔[35]

5. التبیان میں عقل و درایت سے تفسیر کی روش

تفسیر عقلی سے مراد وہ روش تفسیر ہے کہ جس میں روشن اور واضح عقلی قرائن (کہ جو عموما الفاظ کے معانی کو سمجھنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں) کی طرف توجہ کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر کی جاتی ہے۔ شیخ طوسیؒ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں "تفسیر بہ رای" کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اخباریوں کے اس قول کو رد کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن صرف "اثر صحیح" کے علاوہ ممکن نہیں ہے۔[36] شیخ طوسیؒ نے اپنی مختلف فقہی اور اصولی کتب میں ان اخباریوں کو جاہل اور عوام زدہ اہل حدیث قرار دیتے ہوئے مقابلہ کیا ہے[37] اور کچھ آیات اور روایات سے استدلال کرتے ہوئے تفسیر بہ عقل و درایت کو معتبر شمار کیا ہے۔ شیخ طوسیؒ ان آیات کو کہ جو قرآن مجید میں تدبر کرنے والوں کی ستائش کرتی ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ خدا تعالی قرآن سے معانی و مفاہیم کو استخراج کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے: لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ. (82:4) اور اس کے برعکس جو لوگ قرآن مجید میں تدبر نہیں کرتے ان کی مذمت کرتا ہے، جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے: أَ فَلا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلى قُلُوبٍ أَقْفالُها۔ (24:47) پھر اس کے بعد حدیث ثقلین سے استناد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس حدیث شریف کے مطابق قرآن حجت ہے اور فرامین عترت و اہل بیت رسول علیہم السلام بھی حجت ہیں؛ پس جو چیز حجت ہو وہ کیسے قابل فہم نہیں ہو سکتی"؟

شیخ طوسیؒ اپنی تفسیر التبیان میں روش تفسیر بہ عقل سے استفادہ کرتے ہوئے اس آیت "يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ" (10:48) کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں: حکم عقل کے مطابق چونکہ خدا تعالی جسم و جسمانیت سے پاک ہے پس اس آیت میں کلمہ "ید" کا اطلاق بطور کنایہ آیا ہے، چونکہ ہاتھ ہر فرد کے لئے توانائی اور قدرت کی علامت ہے؛ لہٰذا اس آیت میں قدرت خدا کے بیان کے لئے "ید" کی تعبیر لائی گئی ہے۔[38]

6. فقہی آیات کی تفسیر کی روش

شیخ طوسیؒ فقہی آیات کی تفسیر میں مختلف طریقے اپناتے ہیں کہ جن کو بطور اجمال بیان کرتے ہیں:

1) شیخ طوسیؒ اپنی جامع روش میں آیات فقہی کی تفسیر کو بیان کرتے ہوئے، بالترتیب سب سے پہلے قرائت آیہ اس کے بعد نحوی بحث اور کبھی کبھار اسباب نزول کو ذکر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر آیت کی تفسیر کے بارے میں کوئی روایت یا کسی قول کی تائید یا کوئی اور چیز پیدا کر لیتے ہیں تو انہیں بہی رشتہ تحریر میں لاتے ہیں جیسے آیت مبارکہ : "فَمَنْ كانَ مِنْكُمْ مَرِيضاً أَوْ عَلى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ..." (84:2) کے نوع حکم کو بیان کرنے کے لئے کہ آیا یہ آیت حکم وجوب پر دلالت کرتی ہے یا استحباب پر چند روایات نقل کرتے ہیں۔ جیسے: زہری نے ابو سلمہ سے اور انہوں نے پیامبر اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر کی حالت میں روزہ رکھنے والا ایسے شخص کی مانند ہے کہ جس نے حضر میں روزہ توڑ دیا ہو۔ اور اسی طرح امام باقر (علیہ السلام) نے فرمایا: میرے باپ نے کبھی بھی سفر میں روزہ نہیں رکھا ہے اور روزہ رکھنے سے نہیں کرتے تھے اور اسی طرح ابن عباس اور امام باقر (علیہ السلام) سے بھی نقل ہوا ہے کہ سفر میں روزہ کو افطار کرنا واجب ہے لہٰذا اس آیت میں مسافر اور مریض کے لئے روزہ کے افطار کا حکم وجوب ان روایات کے توسط سے صراحتا سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ روایات واضح طور پر وجوب کے حکم پر دلالت کرتی ہیں۔[39]

2) شیخ طوسیؒ اکثر مباحث فقہی میں پہلے ایک مسئلہ کو بیان کرتے ہیں پھر اس کے بعد مذاہب اربعہ کے آئمہ کے فقہی نظریات کو ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد امامیہ کی نظر کو "وعندنا" یا "وفی مذھبنا" کی اصطلاح کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ کی 185 ویں آیت کے ذیل میں ماہ مبارک رمضان کے قضا روزہ کے بارے میں کہتے ہیں: "ماہ مبارک کے روزہ کی قضا مسلسل یا بغیر تسلسل کے جائز ہے لیکن ان روزوں کو تسلسل کے ساتھ رکھنا بہتر ہے، مالک اور شافعی بھی اسی نظر کے قائل ہیں۔ عراقی فقہاء کا قول ہے کہ انسان قضاء رمضان میں صاحب اختیار ہے۔ علماء امامیہ کے نزدیک اگر ایک شخص جان بوجھ کر روزہ کو جماع کے ذریعے سے باطل کرتا ہے تو اس پر روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں اور اس کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر استطاعت نہ رکھتا ہو تو دو ماہ تک مسلسل روزہ رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے"۔[40] التبیان میں اس طرح کی روش تفسیر اغلب فقہی آیت کے ضمن میں دکھائی دیتی ہے۔

3) بعض فقہی ابحاث کو بیان کرنے میں شیخ طوسیؒ (رحمۃ اللہ علیہ) صرف مذاہب اربعہ کے فتاوی کے نقل پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اپنی نظر فقہی کو بھی بیان کرتے ہیں بلکہ کچھ موارد میں آیت کے ظہور یا روایت کے

ضعیف ہونے یا سند یا متن میں ضعف ہونے کی بنا پر روایات آئمہ اطہار (علیہم السلام) کا سہارا لے کر ان اقوال کو نادرست قرار دیتے ہیں۔ جیسے تیمّم کی آیہ کریمہ "إِلَّا عابِرِی سَبِیلٍ" (43:4) کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام کے فرمان سے استناد کرتے ہوئے حضرت عمر کے قول کو رد کرتے ہیں کہ یہ آیت مساجد میں جنب کے داخل ہونے کی نہیں کے بارے میں ہے نہ یہ کہ مجنب شخص تیمّم کرے"۔

نتیجہ ٔ تحقیق

تفسیر التبیان پہلی جامع ، اصیل ترین، قدیمی ترین اور بہترین شیعی تفسیر ہے جو قرآنی علوم وفنون اور دوسری تمام ابحاث پر مشتمل ہونے کے ناطے تمام شیعہ تفسیروں کے لئے ام التفسیر اور الہام بخش ہے۔ اس کی روش اجتہادی و جامع ہے اور یہ کلامی و ادبی رنگ رکھتی ہے۔ اس تفسیر میں فقط نقل پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ عقل پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ شیخ طوسیؒ اپنی تفسیر میں آیت کے متن کو لانے کے بعد سب سے پہلے مشکل کلمات کی تحقیق اور قرآئتوں کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اسی ضمن میں مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد آیت کے مفہوم کو مختصر اور مطلوب صورت میں بیان کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شان نزول اور فقہی اور اعتقادی اختلافات پر بھی اپنی خاص نظر دیتے ہوئے اسے پر رنگ صورت میں واضح کرتے ہیں۔ شیخ طوسی نے اول سے آخر تک اپنی اس تفسیر کو شیعہ اور سنی مفسرین کے اقوال اور نظریات کو بیان کرکے مستحکم اور قوی بنایا ہے اور ساتھ ساتھ کوشش کی ہے کہ اس ضمن میں چہاردہ معصومین (علیہم السلام) سے روایات کو بطور شاہد پیش کرکے اپنی نظر سامنے لائیں۔ اس تفسیر میں انتہائی متانت اور احترام کے ساتھ کئی مخالف فرقوں کے شکوک و شبہات اور اعتراضات کے قانع کنندہ جوابات دیے گئے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ شیخ آقابزرگ، تہرانی، *طبقات اعلام الشیعۃ* (بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1430ق) 161۔

2۔ ایضاً: 162۔

3۔ شیخ عباس، قمی، *تحفۃ الاحباب* (تہران، اسلامیہ اخوندی، 1369) 324۔؛ محمد باقر بن زین العابدین، خوانساری، روضات الجنات، ج6 (قم، مؤسسہ اسماعیلیان، 1352ش) 216۔

4۔ محسن امین، اعیان الشیعہ، ج9 (بیروت، دار التعارف، 1403) 160۔
5۔ اکبر، ایرانی، روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان (...، سازمان تبلیغات اسلامی، 1371) 15۔
6۔ محمد بن حسن، طوسی، النہایۃ فی مجرد الفقہ والفتاوی، مقدمہ آقا بزرگ (بیروت، دار الکتاب العربی، ...) 36،39۔
7۔ مہدی کیپانی، زارع، شیخ طوسی و تفسیر تبیان (...، خانہ کتاب، 1389 ش) 8۔
8 ۔ محمد ابن الحسن، الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن (بیروت، مکتب الاعلام الاسلامی، 1409ھ ق)۔
9۔ شیخ ابو علی الفضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج1، تحقیق و تعلیق؛ سید ہاشم رسولی محلاتی (بیروت، ...) 10۔
10۔ ایضاً۔
11۔ شیخ محمد بن حسن بن علی بن حسن، طوسی، الفہرست (...، دانشگاہ مشہد، ...) 288۔
12۔ اکبر، ایرانی، روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان (...، سازمان تبلیغات اسلامی، 1371) 91۔
13۔ الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، مقدمہ: 2۔
14۔ ایضا، 1/ 17.
15۔ ایضا، 215/1۔
16۔ ایضا، 266/2۔
17۔ ایضا، 32/1۔
18۔ ایضا، 122/5۔
19۔ ایضا، 311/10۔
20۔ ایضا، 190/2۔
21۔ ایضاً، 125/3۔
22۔ ایضا، 297/3۔
23۔ ایضا، 47/2۔
24۔ ایضا، 110/9۔
25۔ اکبر، ایرانی، روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان: 119۔
26۔ الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، 340/5۔
27۔ ایضا، 232/7۔
28۔ اکبر، ایرانی، روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان: 120۔
29۔ الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، 163/4۔
30۔ ایضا، 119/2۔
31۔ ایضا، 151/3۔
32۔ ایضا، 37/9۔

33۔ایضا،211/10۔

34۔ایضا،135/2

35۔ایضا، 456/2۔

36۔اکبر، ایرانی، *روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان*: 98۔

37۔ محمد بن حسن بن علی بن حسن، طوسی، *مقدمہ عدۃ الاصول* (قم، مؤسسہ آل البیت،...) ...

38۔اکبر، ایرانی، *روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان* 101۔

39۔ایضاً، 117۔

40۔ محمّد بن یعقوب ،الکلینی، *اصول کافی*، ج1، شرح وترجمہ سید جواد مصطفوی (تہران، علمیہ الاسلامیہ،...) 302-308۔

کتابیات

1) تہرانی، شیخ آقابزرگ، *طبقات اعلام الشیعۃ*، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1430ق۔

2) قمی، شیخ عباس، تحفۃ الاحباب، تہران، اسلامیہ اخوندی،1369۔

3) محمد باقر بن زین العابدین، خوانساری، روضات الجنات،، قم، مؤسسہ اسماعیلیان، 1352ش۔

4) امین، محسن، اعیان الشیعہ، بیروت، دارالتعارف،1403۔

5) ایرانی، اکبر، روش شیخ طوسی در تفسیر تبیان،...، سازمان تبلیغات اسلامی، 1371۔

6) طوسی، محمد بن حسن، النہایۃ فی مجرد الفقہ والفتاوی، بیروت، دار الکتاب العربی،...

7) زارع، مہدی کمپانی، شیخ طوسی و تفسیر تبیان،...، خانہ کتاب، 1389ش۔

8) طبرسی، شیخ ابو علی الفضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، بیروت،...

9) طوسی، شیخ محمد بن حسن بن علی بن حسن، الفہرست،...، دانشگاہ مشہد،...

10) طوسی، محمد بن حسن بن علی بن حسن، طوسی، مقدمہ عدۃ الاصول، قم، مؤسسہ آل البیت،...

11) کلینی، محمّد بن یعقوب بن اسحاق رازی، اصول کافی،، تہران، علمیہ الاسلامیہ،...